انیس کی مرثیہ نگاری ایک جائزہ

میر ببر علی نام اور انیسؔ تخلص تھا۔ والد کا نام میر مستحسن خلیق تھا
۱۸۰۳ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت ماں کی آغوش
میں ہوئی جو ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ طالب علمی کے زمانے میں ہی اپنے
والد مستحسن خلیق کو سنانے لگے۔ لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ یہاں انہوں نے تعلیم کے اعلا
مدارج طے کیے۔ فارسی اور عربی زبان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ کئی
اور علوم کے ماہر تھے۔ قرآن و حدیث، منطق و فلسفہ، فن سپہ گری
وغیرہ پر بھی عبور رکھتے تھے۔ جس کا اثر ان کے مرثیوں پر نظر آتا ہے۔
زبان و بیان کے ساتھ ساتھ ان کے علوم نے بھی ان کے مرثیوں کو اعلیٰ تخلیقی ادب
کا درجہ دیا۔ ان کی شخصیت اعلیٰ اخلاقی قدروں کی مالک تھی۔ انیس حسن
سیرت اور حسن صورت کا مجموعہ تھے۔ ۱۸۷۴ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

انیس کی مرثیہ گوئی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستانی
اور سیکولر عناصر کو اپنے کلام میں جگہ دی اور اس نے عام انسانوں کو
مرثیے کی طرف آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اس لکھنوی تہذیب کو اپنے
مرثیوں میں محفوظ کر دیا۔ جس کا چرچا آج بھی لوگ تحریر انداز میں کرتے ہیں۔
یہ مرثیے شرافت کے اعلیٰ ترین معیار کا نمونہ ہیں۔

انیس کی مرثیہ خوانی کے بارے میں بڑے بڑے نقاد اور مرثیہ خواں اتفاق رائے
رکھتے ہیں کہ انہوں نے انیس جیسا ماہر فن مرثیہ خواں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ لفظوں
سے زمین، آسمان، صحرا، فرات، جنگ، وداع وغیرہ کی ایسی تصویریں کھینچتے تھے
کہ مجمع مسحور و مبہوت ہو جاتا تھا اور وہ ساری چیزیں اس کی نگاہوں کے
سامنے تصویر بن کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ بزم خوانی پر غیر معمولی قدرت حاصل
تھی۔ جیسا شعر بالطف تھے کہ مجمع کھڑا ہو جاتا تھا۔ میر انیس کو مرثیہ
خوانی کے آداب سے خوب واقف تھے۔

④ مرثیہ نگاری کی چند اہم خصوصیات۔

① سراپا نگاری:- میر انیس نے اپنے مرثیوں میں سراپا نگاری سے اکثر کام لیا ہے۔ خصوصاً
حضرت مسلمؑ اور شہدائے کربلا کے سراپے لکھنے میں اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔ البتہ اہلِ حرم کے
حلیہ کی تشبیہ اور صفاتِ حسینی کے سراپے ضرور لکھے ہیں۔ ان میں علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ
اور حضرت عباسؑ کے سراپے بڑے جوش و عقیدت سے لکھے ہیں۔

② کردار نگاری:- مرثیے کے کردار نہ تو مافوق الفطرت عناصر سے تعلق رکھتے ہیں اور
نہ فرضی کردار ہیں بلکہ واقعہ جس طرح پیش آیا تھا وہ حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ
دردناک اثر بھی رکھتا ہے۔ یہی کیفیت ان کے کرداروں کی بھی ہے جو عمل اور تاثیر میں
بے مثل ہیں۔ سب سے مکمل اور مثالی کردار امام حسینؑ کا ہے جس پر پورے واقعہ
کربلا کا دار و مدار ہے۔ یہ کردار انیس نے اپنے تمام مرثیوں میں الگ الگ تحریر کیا ہے
لیکن ہر جگہ تاثر ایک سا ہے۔ نمازِ صبح کے بعد وہ بے خوف ہو کر اپنے ساتھیوں کو
جنگ کرنے اور جان دینے کی دعوت دیتے ہیں گویا ان کی تخلیق ہی اسی مقصد کے
لئے ہوئی تھی:-

ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا ۔ یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا ۔ گزری شبِ فراق دن آیا وصال کا

ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

③ جذبات نگاری:- واقعہ کربلا ایک المیہ ہے اور المیہ کے بیان میں جذبات جس طرح کھل
کر سامنے آتے ہیں ویسا اور کوئی دوسرا موقع انسان کی زندگی میں نہیں آتا۔ ہر موقع
پر انسان اپنے جذبات کو چھپا سکتا ہے لیکن رنج و الم کے موقع پر سب کچھ ان کی آنکھوں سے
عیاں ہو جاتے ہیں۔ میر انیس کا کمالِ فن یہ ہے کہ وہ صرف شہیدوں کی لاشوں پر رونے
کو جذبات نگاری نہیں سمجھتے بلکہ انسانوں کے ہر عمل میں جذبات کے نمونے
دکھاتے اور پیش کرتے ہیں۔

(۴) منظر نگاری :- اردو میں مرثیہ وہ واحد صنف ہے جس میں منظر نگاری کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ کربلا کے بے آب و گیاہ صحرا میں سبز پودے اور جنگل وغیرہ کا ذکر بے معنی ہے لیکن چہرے یا تمہید کے بندوں میں انیس نے خوب خوب کمالات دکھائے ہیں۔ جنگ کے وقت منظر کا بیان تو سورج کی تمازت، ریت کی تپش اور لو، دھوپ کے تھپیڑوں تک محدود ہے لیکن اس محدود منظر میں بھی انیس نے ایسی ایسی گل کاریاں کی ہیں کہ موسم بہار کے مناظر بھی پھیکے پڑ جائیں۔

(۵) واقعہ نگاری :- کسی واقعے کو تسلسل کے ساتھ تحریر کرنا بذاتِ خود ایک فن ہے۔ واقعہ نگاری میں جذبات کی شمولیت ضروری ہے۔ واقعہ صرف ایک منظر نہیں جسے سپاٹ اور سادہ لفظوں میں پیش کر دیا جائے بلکہ اس واقعہ کی جزئیات کی تفصیل بیان کرنا ہی واقعہ کو پر اثر بنا دیتا ہے۔ انیس نے جہاں جہاں واقعہ نگاری کی ہے وہاں گویا چلتی پھرتی تصویر پیش کر دی ہوں۔

(۶) مکالمہ نگاری :- انیس کے مرثیوں میں مکالمہ نگاری بڑی جاندار ہے۔ مکالمہ نگاری کے لیے نہ صرف زبان و بیان پر قدرت ضروری ہے بلکہ روزمرہ اور محاورہ، حفظِ مراتب، انسانی نفسیات اور فصاحت و سلاست نہایت ضروری ہے۔ انیس نے اپنے کلام میں ان ساری چیزوں کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ ان کے مکالموں کی بے ساختگی اور برجستگی ہر جگہ نمایاں ہے۔ یہ مکالمے کردار کے اعمال، افکار اور فطری مزاج کا بھی آئینہ ہوتے ہیں۔ مکالموں کی سادگی اور گفتگو کی تہذیب نے ان مکالموں کو تاثیر میں حد درجہ بڑھا دیا ہے۔ ایک جگہ حضرت زینب فرماتی ہیں :-

سر کو لگا کے چھاتی سے زینب نے یہ کہا
تو اپنی ماں کو کر گئے خدمت سے [illegible]

(۷) رزم نگاری :- انیس کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے گھر کا ایک وسیع کمرہ رزم نگاری کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یہاں دیواروں پر مختلف قسم کے ہتھیار لٹکے رہتے تھے۔ جن کے استعمال اور حملہ و دفاع کی باریکیوں سے انیس واقف تھے۔ اور جس وقت وہ رزمیہ اشعار لکھتے تھے ان پر ایک کیفیت طاری ہوتی اور وہ خود کو کمرے میں بند کر لیتے تھے۔ اس وقت کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ دروازے پر دستک دے یا ان سے بات کرے۔ انہوں نے اردو شاعری کو رزمیہ عناصر سے مالا مال کر دیا۔

ظاہر ہے مرثیہ نگاری سے ان کا مقصد صرف رونا رلانا نہیں تھا بلکہ حق کی طرف لوگوں کو دعوت دینا تھا کہ امام حسینؓ نے جس صبر و استقامت کے ساتھ ظلم، شر اور بدی کا مقابلہ کیا اس سے ہر دور کے انسانوں میں جہاد کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ جنگ کی ایسی باریکیوں کا ذکر دبیر کے سوا کسی دوسرے مرثیہ نگار کے یہاں نہیں ملتا۔ لیکن انیس اس معاملے میں بے مثل ہیں۔ فرماتے ہیں :-

(۲)

طاقت اگر دکھا دوں رسالت مآبؐ کی
رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی